بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہمارا عقیدہ اور سفرِ آخرت

اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ ہم کو گروہ مہدویہ میں پیدا کیا اور اس سے بڑھ کر یہ احسان ہے کہ نہ صرف ایمان بلکہ احسان کی تعلیم ملی اور اس پر عمل کرنے کا موقع نصیب ہوا۔ ہمارے امام مہدی علیہ السلام بلکہ آپ کے اصحاب اپنے اپنے دائروں میں فرض وسنت پر عمل کرنے کی تاکید فرمائے اور کسی کے عمل میں ذرہ برابر بھی کوتاہی دیکھتے تو اس پر سخت ناراضگی کا اظہار کرتے۔ بعض وقت ایسے مریدوں کو دائروں سے نکال دیتے۔

میرے ذہن میں یہ سوال بار بار آتا تھا کہ کچھ ہمارے عقائد اور عمل اہل سنت والجماعت سے مختلف ہیں' جیسا کہ جب ہمارے پاس کسی کا آخری وقت آتا ہے اس کی سکرات کی حالت میں ہم کلمہ طیبہ کی مرنے والے کو مسلسل تلقین کراتے ہیں۔ اور دوسرے قریبی لوگ مسلسل ذکر اور سورہ یٰسین شریف کی تلاوت میں مشغول رہتے ہیں۔ برخلاف اس کے غیر مہدویوں میں کلمہ طیبہ کی تلقین کے بجائے یٰسین شریف پڑھنے کو ترجیح دی جاتی ہے۔

ہماری میتوں کو چارپائی پر لے جایا جاتا ہے اور دوسروں کی میتیں ڈولوں پر لے جائی جاتی ہیں۔ ہماری میت کو لے جاتے وقت خاموشی سے ذکر کرتے ہیں اور دوسرے فرقے زور زور سے کلمہ پڑھتے ہیں۔ ہمارے قبروں کے سرہانے پتھر ایک نشانی کے طور پر رکھتے ہیں بعض نشانی کے بالکل ہی قائل نہیں ہیں۔ جب یہ فرق دیکھنے میں آتا ہے تو یہ خیال بار بار میرے ذہن میں اُبھرنے لگتا ہے کہ کیا یہ ہمارے بنائے ہوئے رسوم و طریقے ہیں یا اس کا تعلق اسلام اسلام سے ہے؟ آیئے ہم دیکھتے ہیں کہ صداقت وحقیقت کیا ہے۔

آخری سانس: حضرت معاذؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے **من کان آخر کلامہ لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہ فھو دخل الجنة** جس کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

اسی سلسلہ میں حضرت بطاقہ کی حدیث بھی مشہور ہے۔ (مدراج النبوۃ حصہ اول......عبدالحق محدث دہلوی صفحہ ۴۹۴)

ایک روایت اور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلالؓ سے ارشاد فرمایا کہ "جس کسی نے کلمہ طیبہ پڑھا وہ جنتی ہے" یہ سنتے ہی حضرت بلالؓ باہر نکل پڑے تاکہ یہ خوشخبری اُمت کو سنائیں۔ راستے میں حضرت عمرؓ ملے اور کہنے لگے بلال بہت خوش نظر آرہے ہو حضرت بلالؓ نے ارشاد نبوی ﷺ سنایا اس پر حضرت عمرؓ نے بلال کو روک دیا اور اصرار کرتے ہوئے آقائے دو جہاں ﷺ کے پاس واپس لے آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ اگر یہ بات لوگوں تک پہنچ جائے تو لوگ عمل کرنا چھوڑ دیں گے۔

اس روایت کا ذکر جب اصحابِ مہدی موعودؓ نے امام مہدی موعود علیہ السلام سے کیا آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے نبی ﷺ کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جس کسی کی سانس کلمہ طیبہ پر نکلے وہ جنتی ہے۔

عمرو بن شرجیلؓ......آیت قرآنی کی تفسیر و تاویل پر پوری نظر رکھتے تھے۔ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کرتے تھے۔ وصیت کی کہ ان کے جنازے کی نماز قاضی شریح پڑھائیں اور مرتے وقت مجھے کلمہ طیبہ کی تلقین کرنا۔ آپ نے کوفہ میں عبداللہ بن زیاد کی

حکومت میں وفات پائی (طبقات ابن سعد ج۶ صفحہ ۱۳۰)

اسود بن یزیدؒ...... آپ بہت بڑے سقہ راوی تھے اور ان سے بہت سے صحیح احادیث مروی ہیں۔ آپ کا انتقال کوفہ میں ۷۵ ہجری میں ہوا۔ ابراہیم کہتے ہیں کہ اسود بن یزید نے ایک شخص سے جانکنی (آخری حالت) میں کہا اگر تیری استطاعت ہے تو میں جو آخری کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھ رہا ہوں تو بھی پڑھ تا کہ تیرا خاتمہ ایمان پر ہو۔ اس نے ایسا ہی کیا۔

علقمہ........... آپ ثقہ راوی تھے ان سے بہت سی حدیثیں مروی ہیں۔ آپ کی وفات ۷۲ ھ کوفہ میں ہوئی۔ اسود کہتے ہیں کہ علقمہ نے اپنے مرض الموت میں وصیت کی تھی کہ دم آخر مجھے کلمہ طیبہ کی تلقین کی جائے تا کہ میری زبان سے آخری کلمہ لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ نکلے (طبقات ابن سعد جلد۶ صفحہ ۱۱۰، ۱۱۷)

حضرت فضل بن عیسیٰؒ............ ایک اور روایت سے اس بات پر اور تقویت ملتی ہے کہ آپ فرماتے ہیں "جب انسان پر موت کی حالت طاری ہوتی ہے تو اس کے فرشتے سے روح قبض کرنے کو کہا جاتا ہے (اس کا اعمال نامہ لپیٹ دے) تو وہ کچھ توقف کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے نہیں معلوم نہیں کہ شائد یہ کلمہ طیبہ پڑھ لے اور میں اس کے لئے لکھ دو (یعنی کہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہو جائے)

یہ ارشادات ظاہر کرتے ہیں جس کسی کی آخری سانس کلمہ لا الہ الا اللہ پر جائے وہ جنتی ہے۔ ان ہی حدیثوں اور روایتوں کی روشنی کی بنیاد پر یہ ہمارا عمل ہے دوسروں نے اس کی اہمیت کو نظر انداز کر دیا۔ (الہ ابن ابی الدنیا ابن عساکر)

فرشتوں کے عجیب حالات............ علامہ جلال الدین سیوطی صفحہ ۱۸۳

آیئے اب ہم آپ کو امامنا مہدی موعود علیہ السلام کی تعلیم کی طرف لے جاتے ہیں جو ایک مہر صادق بن جاتی ہے۔ ہمارے امام نے ہم کو ذکر خفی کی تعلیم سے نوازا اور اس کی اہمیت بتلائی وہ اس طرح ہے۔

الا اللہ...... تو ہے　　　لا الہ...... ہوں نہیں

اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف تو ہے...... میں کچھ نہیں اور کوئی چیز بھی نہیں (اس کی تفصیل ذکر اللہ کے مضمون میں دیکھئے)

یہاں ہم ایک مثال پیش کرتے ہیں...... حضرت شیخ ابوبکر شبلیؒ کا نام جعفر بن یونس ہے آپ خراسانی ہیں آپ بغداد میں پیدا ہوئے اور جنید بغدادی کے خاص مریدوں میں سے تھے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ سال کے اواخر میں حضرت شبلی اللہ اللہ کہتے تھے اور کلمہ طیبہ کا ورد نہیں کرتے تھے اس بناء پر اس وقت کے مشائخ کو آپ کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا ہو گئے تھے اور عوام نے طعن وتشنہ کرنا شروع کر دیا تھا مگر چونکہ آپ کی شخصیت بارعب وجلال تھی اس لئے کسی کو آپ سے سوال کرنے کی جراءت نہیں ہوتی تھی۔ ایک دن ایک نوجوان آپ کی مجلس میں پہنچا اور وہ کچھ اتنا بے خود ہوا کہ نصیحت کی درخواست کی آپ نے فرمایا اس کو چاہیئے کہ ہر سانس کو آخری سمجھے اور اس سانس میں لا الہ الا اللہ نہیں کہے بلکہ اللہ ہونا چاہئے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اللہ سے پہلے لا (نفی) زبان پر ہو اور سانس منقطع ہو جائے اور (دم نکل جائے) (سفینۃ الاولیاء............ شہزادہ داراشکوہ صفحہ ۷...... ۵۶)

امید ہے کہ آپ امام مہدی موعود علیہ السلام کی ذکر کی تعلیم اور آخری سانس میں اللہ اللہ کہنے کے مطلب کو اچھی طریقہ سے سمجھ گئے ہوں گے۔ حالانکہ گروہ مہدویہ کو ہمارے امام کے صدقے سے زندگی کے ہر لمحے لیں لے کر سفر آخری اور آخرت کی کامیابی تک کی تعلیم مل چکی ہے اور وہ

احکامات بھی صاف وشفاف واضح کردیئے گئے جس پر اُمت محمدیہ میں اختلاف رائے ہونے کی وجہ سے مختلف طریقوں کی بنیاد پڑھی اور ہرایک کا عمل ایک فتویٰ کی بنیاد پر قائم ہوا۔مگرافسوس کہ بھٹکے ہوئے دل غیر یقینی واحساسِ کمتری اکثریت کی مرعوبیت سے یہ حق کوقبول کرنے تیارنہیں ہے اور ہمارے ہی اپنے طور طریقوں اور عمل کوشک وشبہ سے دیکھنے لگے ہیں۔

میت کو چار پائی پر لے جانا......ہماری میت کو چار پائی پر کیوں لے جایا جاتا ہے آیئے اب اس پر غور کرتے ہیں۔

آقائے دوجہاں محمد ﷺ کے دور میں ایک صحابی عثمان بن مظعونؓ کا انتقال ہوا تو اللہ کے نبی محمد ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے آپ کی میت مبارک کو چار پائی پر لٹایا اور ارشاد فرمایا ''عثمان تم نے دنیا سے کچھ نہ لیا جیسے آئے تھے ویسے ہی گئے اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ میت کا چار پائی پر لے جانا حضور پاک محمد ﷺ کی سنت ہے (سیرت سیدالانبیاء ترجمہ الوفا..........امام عبدالرحمٰن ابن جوزی)

ابراہیم بن محمدؓ...... بی بی ماریہ سے پیدا ہوئے۔ براء بن عازب سے روایت ہے کہ ابراہیم کا جب انتقال ہوا تو وہ سولہ مہینے کے تھے۔آپ کا انتقال سہ شنبہ ۱۱/ ربیع الاول ۱۰ ہجری کو ام بردہ کے پاس ہوا۔ام بردہ کے گھر سے ایک چھوٹی سی چوکی پر جنازہ اٹھایا۔

حضرت اسعد بن زرارہ نے حضور محمد ﷺ کی خدمت میں ایک چار پائی نذر کی تھی جس کے پائے ساگوان کی لکڑی کے تھے حضور اس پر آرام فرمایا کرتے تھے۔جب آپ کا وصال ہوا تو اسی پر لٹایا گیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے وصال شریف سے ایک ماہ پہلے اپنے وصال کی خبر دی تو ہم لوگ آپ سے مختلف سوالات کرنے لگے ہم نے دریافت کیا یارسول اللہ ﷺ آپ پر نماز جنازہ کون پڑھائے گا؟ آپ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور فرمایا ''اللہ تم پر رحم فرمائے اور تمہیں اپنے نبی کی طرف سے بہتر جزا فرمائے۔آہستگی اور حوصلہ مندی سے کام لو۔جب مجھے غسل دے چکو تو مجھے میری اسی چار پائی پر قبر کے کنارے اسی مکان میں رکھ دینا اور ایک ساعت کے لئے باہر نکل جانا۔آپ کی نماز جنازہ بغیر امام کے سب سے پہلے جبرئیل علیہ السلام نے پڑھی پھر میکائیل علیہ السلام' اسرافیل علیہ السلام پھر ملک الموت اور ان کے ہمراہ فرشتوں کی جماعت' پھر اہل بیت پھر اصحاب نے ادا کی۔روایت ہے کہ آپ کی نماز جنازہ ۷۲ دفعہ ادا کی گئی۔(سیرت سیدالانبیاء امام جوزی صفحہ ۸۰۴ بروایت امام مالک......نافع...... عبداللہ بن عمر)

سہل بن ساد یؓ..........سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا کفن پہنا کر چار پائی پر رکھا گیا اور لوگ مختلف جماعت کی شکل میں حاضر ہوئے اور بغیر امام کے نماز ادا کرتے رہے۔

حضرت امام حسینؓ..........سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے سرکار دوعالم ﷺ کو غسل دیا بعد کفن دیا اور حنوط لگایا چار پائی پر لٹایا پھر لوگوں نے نماز پڑھی۔(سیرت سیدالانبیاء......امام جوزی صفحہ ۸۲۴)

حضرت محمد ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد آپ دونوں کو بھی اسی چار پائی پر رکھا گیا۔یہ چار پائی حضرت عائشہؓ کی میراث میں فروخت ہوئی حضرت عبداللہ بن اسحاق نے اس کی لکڑیوں کو چار ہزار درہم میں خریدا۔(زرقانی بحوالہ ابن عماد جلد ۳ صفحہ ۳۸۲)

بی بی فاطمہؓ......علی بن فلاں بن ابی رافع اپنے باپ سے اور وہ سلمٰی سے روایت کرتے ہیں: حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ بیمار ہوئیں۔ وفات والے دن فاطمہ مجھ سے بولیں امی جان! مجھے غسل کرا دیجئے چنانچہ میں نے پانی ڈالا آپ نے خوب مل کر اچھی طرح غسل فرمایا پھر فرمایا میرے پاس میرے نئے کپڑے لے آیئے میں کپڑے لے آئی آپ نے کپڑے بدلے اور فرمایا میری چارپائی گھر کے درمیان بچھا دیجئے۔ میں نے حکم کی تعمیل کی پھر آپ چارپائی پر قبلہ رخ لیٹ کر بولیں: امی جان اب میں فوت ہوں جاؤں گی جب آپ فوت ہوئی تو میں نے علی کو آپ کی فوت ہونے کی اطلاع دی (طبقات ابن سعد جلد ۸ صفحہ ۴۶)

زینب بنت جحشؓ ......ام المومنین زینبؓ نے وصیت کی تھی کہ رسول اللہ ﷺ کہ میری لاش رسول اللہ ﷺ کے سریر (چارپائی یا تخت) پر رکھ کر لے جائی جائے اس سے قبل اس پر حضرت ابوبکر کا جنازہ لے جایا گیا تھا۔ (طبقات ابن سعد جلد ۸ صفحہ ۱۴۵)

امام اعظم ابوحنیفہؒ کی وفات ۷۰ سال کی عمر ۱۵۰ ہجری میں ہوئی۔ حضرت سماک سے منقول ہے کہ غسل دینے کے بعد جب آپ کو چارپائی پر لٹایا گیا تو ہاتف نے آواز دی ''اے رات کے طویل قیام کرنے والے! اے دن کے وقت کثرت سے روزے رہنے والے تمہارے لئے مباح کر دیا ہے تم جنت الخلد اور دار السلام سے جو چاہو پیو! (تعارف قصہ و تصوف......شاہ عبدالحق محدث صفحہ ۲۸۸)

عبدالحق محدث دہلوی: آپ محدثِ اہل سنت والجماعت ہیں آپ دہلی میں ۹۵۸ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ بہت بڑے عالم تھے آپ نے کئی تصانیف عربی اور فارسی میں لکھی اور کئی کتابوں کا اردو میں ترجمہ ہوا ہے۔ سب سے مشہور مدارج نبوت ہے۔ آپ کی وصیت تھی کہ آپ کی میت کو چارپائی پر لے جایا جائے۔

ہم نے دور نبوت سے لے کر اصحابِ محمدیؐ پھر تابعین اور ۱۶/ ویں صدی تک کے روایتیں پیش کی ہیں ان تمام روایتوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ کے نبی کے دور حیات کے عمل کو اصحاب اور تابعین نے عین سنت رسول اللہ ﷺ کی پیروی کی اور عمل کو قائم کیا اور اللہ کے فضل سے آج بھی ہم اس کو قائم رکھے ہوئے ہیں۔

خمری باندھنا

زنانی میت......بی بی فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ بی بی اسماءؓ سے فرماتی ہیں کہ جب زنانی میت کو چارپائی پر لے جایا جاتا ہے تو میت کے خدو خال دکھائی دیتے ہیں یہ اچھا طریقہ نہیں ہے اور پر بی بی اسماءؓ نے کہا میں نے ایک طریقہ دیکھا ہے وہ اس طریقہ کا ہے آپ نے کھجور کی ڈالی لے کر چارپائی پر کمان بنا کر باندھا اور اس پر چادر اُڑھائی۔ بی بی فاطمہؓ نے اسے بہت پسند کیا اور آپ نے وصیت کی کہ آپ کی میت کو بھی اسی طریقہ سے لے جایا جائے۔

ایک اور روایت علی بن حسین از ابن عباسؓ سے ہے۔ فاطمہ سب سے پہلی خاتون ہیں جن کے لئے نعش بنائی گئی۔ آپ کے لئے نعش اسماء بنت عمیس بولیں امیر المومنین! میں آپ کو ایک چیز نہ دکھاؤں جو میں نے حبشہ میں دیکھی تھی؟ حبشی اسے اپنی عورتوں کے جنازے کے لئے تیار کیا کرتے ہیں چنانچہ بنت عمیس نے نعش بنائی اور اسے کپڑے سے ڈھانپ دی پھر جب حضرت عمرؓ نے یہ نعش دیکھی تو تعریف کی اور فرمایا یہ کس قدر اچھی ہے! اور کس قدر پردہ والی ہے! پھر آپ نے اعلان کرا دیا کہ ام المومنین کے جنازے کے ساتھ سب جائیں۔ (طبقات ابن سعد جلد ۸

صفحہ ۱۴۸)

مقصد اسلام بھی یہی ہے کہ عورت نہ صرف زندگی بلکہ موت کے آخری سفر سے لے کر آخری آرام گھر تک اپنی آبرو عزت کے ساتھ اپنی منزل تک پہنچے۔ شریف عورتیں جو اپنی زندگی میں اللہ کے حکم پر اپنے جسم کے خدوخال کو چھپائے ہوئے گوشہ نشین رہتی ہیں مرنے کے بعد وہ بے بس رہتی ہیں مگر اس کی میت کا احترام اسی طرح کیا جاتا ہے۔ جس طرح اس کی بہ حیات میں کیا جاتا تھا اور میت کے خدوخال کا کسی شریک جنازہ دار کو اندازہ بھی نہیں ہو سکتا۔ ہماری قوم میں یہ طریقہ باقی ہے اور آج بھی ہم زنانی میت کی چارپائی پر بمبو کے بدّے بنتے ہیں جس کو خمری کہتے ہیں۔ اسی طرح سے آج بھی ہماری زنانی میت کو لے جایا جاتا ہے۔

نشانی قبر سینے پر پتھر

عثمان بن مظعونؓ: آپ بدری صحابی تھے اور ہجرت کے ڈیڑھ سال کے بعد مدینہ منورہ میں انتقال ہوا۔ یہ پہلی اسلامی میت ہے جو ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں واقع ہوئی اور آپ پہلے صحابی ہیں جو جنت البقیع میں دفن کئے گئے۔ بروایت عبداللہ بن عامر عبیداللہ بن ابی رافع سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے سرہانے ایک پتھر رکھا اور فرمایا کہ یہ ہماری علامت ہے۔ ان کے بعد جب کوئی میت ہوتی تو کہا جاتا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم کہاں دفن کریں۔ رسول اللہ ﷺ فرمائے ہمارے نشان (عثمان بن مظعون) کے پاس۔ ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے مروی ہے کہ میں نے عثمان بن مظعونؓ کی قبر دیکھی ہے اور اس کے کوئی بلند چیز ہے جو مثل علامت کے ہے۔ (طبقات ابن سعد جلد ۳ صفحہ ۳۳۶)

ابراہیم بن محمدؐ: ....ہجرت کے آٹھویں سال ماہ ذی الحجہ میں بی بی ماریہ سے پیدا ہوئے۔ براء بن عازب سے روایت ہے کہ ابراہیم کا جب انتقال ہوا تو وہ سولہ مہینے کے تھے۔ آپ کا انتقال سہ شنبہ ۱۱/ ربیع الاول ۱۰ ہجری کو ام بردہ کے پاس ہوا۔ ام بردہ کے گھر سے ایک چھوٹی سی چوکی پر جنازہ اُٹھایا گیا۔ جنت البقیع میں رسول اللہ ﷺ نے نماز جنازہ ادا کی اور آپ سے پوچھا گیا کہ ہم انہیں کہاں دفن کریں فرمایا ''ہمارے سلف عثمان بن مظعون کے پاس''

عطاؒ کہتے ہیں: ابراہیم کی قبر جب برابر ہو چکی تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ جیسے پتھر قبر کے کنارے پڑا ہو۔ آنحضرت ﷺ اپنی انگلی مبارک سے برابر کرنے لگے اور فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص جب کام کرے تو اسے درست طور پر کرنا چاہئے کہ مصیبت زدہ کی طبیعت کو اس سے تسلی ہوتی ہے۔

مکولؒ......کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے اپنے بیٹے کی قبر کے کنارے دیکھا تو لحد میں ایک شگاف نظر آیا اور گورکن کو خشک مٹی کا ٹکڑا دے کر فرمایا'' یہ مضر ہے نہ مفید لیکن زندہ آدمی کی آنکھ میں اس سے ٹھنڈک آتی ہے۔ یعنی مرنے والے کو قبر کی درستی و نادرستی سے کوئی سروکار نہ اس سے مضرت نہ نفع تاہم دیکھنے والا جب قبر کو دیکھتا ہے تو ایک گونہ تسلی ہوتی ہے۔ (طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۲۰۱۔۱۹۹)

جنازے پر باآواز بلند ذکر: عبدالعزیز بن ابی رواڈؒ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب جنازے میں شریک ہوتے تھے تو خاموشی زیادہ کرتے تھے اور اپنے دل میں باتیں زیادہ کرتے تھے۔ لوگ خیال کرتے تھے کہ آپ ﷺ کے بارے میں دل میں باتیں کرتے ہیں، نہ آپ کو (اس وقت) کوئی جواب دیتا تھا اور نہ آپ سے سوال کیا جاتا (طبقات ابن سعد جلد ۲ صفحہ ۱۵۷)

علامہ جلال الدین سیوطیؒ اپنی کتاب شرح القبور میں لکھتے ہیں کہ جب میت کو لے جاتے وقت اللہ کا ذکر بلند آواز میں نہیں کرنا چاہئے باآواز بلند ذکر کرنا بدعت ہے۔

اب ہم ان روایتوں پر کچھ غور کرتے ہیں جنازہ کے لے جاتے وقت حضور ﷺ کی خاموشی اور دل میں خاموشی سے کچھ کہتے رہنا یہ بتلاتا ہے کہ آپ ذکر اللہ اور اس میت کی مغفرت کی دعا کر رہے ہوں گے۔ جنازہ کے سفر کا راستہ کچھ طویل ہوتا ہے اور اس کے لئے کچھ وقت درکار ہوتا ہی ہے اللہ کے نبی ﷺ کی کسی میت کی دعائے مغفرت کے لئے ایک لمحہ سے زیادہ وقت لینا ایک غیر فطری بات نظر آتی ہے۔ برخلاف اس کے آپ ﷺ سے کوئی بات نہ کرنا اور آپ ﷺ کا کسی کو جواب نہ دینا یہ ظاہر کرتا ہے کہ آپ کا ضرور ذکر الٰہی میں مصروف رہنے کا اشارہ دیتا ہے۔

جلال الدین سیوطی کا خاص موضوع زیادہ تر قیامت' فرشتوں' دوزخ اور جنت کے حالات پر منحصر ہے جس پر آپ کی کافی تحریریں قلمبند ہیں جو کئی کتابوں کی شکل میں آج موجود ہیں۔

انسانی فطرت کا تقاضہ یہی ہے کہ ہم اچھی سے اچھی صحیح اور غلط بات کی صلاحیت رکھتے ہیں اور اس کی جستجو کرتے ہیں جب کہ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ کا ہر عمل بحکم خدا ہوتا ہے۔ اور آپ کی مرضی اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ آپ کی ہر خواہش کو پورا کرتا ہے۔ اور پھر ہم مسلم ہیں (مسلم کے معنی یہی ہے کہ اپنے آپ کو مکمل اللہ کے حوالے کرنا) اپنی ذات اپنی زندگی کے ہر عمل کو اللہ کی مرضی اور اس کی خوشنودی کے لئے کریں جس میں ہماری خواہش کا کوئی عمل اس میں شامل نہ ہو۔ اللہ کی خوشنودی اللہ کے رسول کی خوشنودی ہوتی ہے۔ پھر ہمارا مقصد یہی ہونا چاہئے کہ اللہ کے نبی ﷺ کے قول و فعل یعنی آپ کی بات اور آپ کے ہر لمحے کے عمل کو اپنی زندگیوں میں نافذ کریں۔ بعض وقت اور بعض احکامات اور عمل کو مختلف راویوں نے مختلف روایتوں سے پیش کیا ہے۔ ہماری فطرت کا تقاضہ یہی ہے کہ ہم صداقت کو جاننے کی کوشش کریں۔ صداقت کو جانچنے کے کئی طریقے ہوتے ہیں پہلا قرآن کا حکم اور دوسرا نبی کا عمل' خلفائے راشدین کا عمل پھر اس کے بعد تابعین کا عمل اور ان عالموں کی تعلیم ان کے حکایات ان کی کتابیں جو حضور کے دور مبارک سے قریب ہیں پھر ایک اہم بات اور بھی ہے کہ جب اللہ کے خلیفہ امام مہدیؑ نویں صدی ہجری میں آپ کا ظہور ہوا تو آپ کے عمل اور تعلیم سے جو شک و شبہات امت محمدیہ میں پیدا ہو چکے تھے اس کو ختم کیا' ارشاد نبوی ﷺ کو اس کی صحیح حالت پر دنیا کے آگے پیش کیا جو لوگ آپ کی ذات کا انکار کئے ان لوگوں کے لئے آپ کی تعلیم اور تاریخی شواہد و صداقت موجود ہے اگر وہ جو کوئی حق و صداقت کی جستجو رکھتے ہیں غیر جانبداری سے اس پر غور کر کے حقیقت کو جانچ و پرکھ کر کے نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں۔

میں اس مضمون میں انسان کی زندگی کی آخری سانس سے لے کر اس کے آخری سفر اور آخری آرام گاہ کے تعلق سے لکھا ہے اور تمام مرحلوں میں اللہ کے نبی کا عمل پرانی مصدق کتابوں کے حوالوں سے پیش کیا ہے۔ میرے بتلانے کا یہ مقصد نہیں ہے کہ کون غلط ہے اور کون صحیح ہے بلکہ یہ ہے کہ امام مہدیؑ کے ماننے والوں کا عمل کیا ہے۔

یہ ہمارا عمل ہے اور یہ ہمارا عقیدہ ہے کہ ہم ہر سنت پر عمل کی کوشش کرتے ہیں چاہے وہ کتنی چھوٹی سے چھوٹی بھی کیوں نہ ہو۔ اللہ کے فضل وکرم سے گروہ مہدویہ کا عمل عین مطابق سنت ہے۔ اور یہ کوئی ہماری بنائی ہوئی رسم و عادت نہیں ہے ہمارے امام کی تعلیم اللہ کی محبت اور اس کے طلب کی ہے اس تعلیم کے ہم پابند ہیں۔ جیسا کہ جتنی محبت اللہ کے نبی سے ہم کریں اللہ کی قربت کے زیادہ حق دار ہوتے ہیں۔ جب کسی سے محبت کی جاتی ہے یا ہم جب اس کے دعویدار ہوتے ہیں تو اظہار محبت بھی کرنا پڑتا ہے اس کا ایک طریقہ بھی ہوتا ہے۔ جو کہ اس کی ہر بات ہماری بات رہے اور اس کا عمل زندگی پر ہمارے ہر عمل کی بنیاد رہے ورنہ محبت کا دعویٰ جھوٹا بن جاتا ہے۔

مجھے امام اعظمؒ کی ایک حکایت ہمیشہ یاد آتی ہے کہ ''اللہ کے نبی ﷺ کی کوئی حدیث نہ ملنے پر میں نے اپنی رائے سے کئی فتوے دئے ہیں اگر کسی کو بھی کوئی ضعیف حدیث کا بھی حوالہ مل جائے جو میرے فتوے کے خلاف ہوتا ہو تو اس حدیث کے حکم پر عمل کرنا اور میرے فتویٰ کا انکار کرنا۔ یہ محدث اعظمؒ کا حکم ہے اس بات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حکم محمدی کی کیا اہمیت ہے جو جتنا علم وعمل رکھتا ہے وہی حقیقت مصطفیٰ ﷺ جانتا ہے۔ یہی ہمارا ایمان وعقیدہ اور عمل ہے۔

ہم ان لوگوں میں سے نہیں ہیں کہ حیلہ و بہانہ سے کہتے رہتے ہیں کہ اس کا ذکر قرآن میں نہیں ہے۔ نہ کوئی متواتر حدیث ہے نہ بخاری شریف میں ہے' نہ ایسا ہے نہ ویسا ہے، ہم کو کوئی بڑے دلائلوں اور ثبوتوں کی ضرورت نہیں ہے اگر فرض کیجئے کہ غلط روایت پر ہم نے کوئی عمل کیا جو کہ ایمان کے شرائط کے خلاف نہ ہو اللہ کے پاس اگر کوئی پوچھ ہوئی تو ہم ضرور کہہ سکتے ہیں کہ فلاں روایت کی بناء پر ہم نے تیری اور تیرے نبی کی خوشنودی کی خاطر یہ کام کیا دوسری جانب اگر یہ روایت صحیح ہے جو لوگ حیلہ و بہانہ کر کے صرف اور صرف اپنے نام نہاد علم کے دعویٰ کی بناء پر عمل نہ کرنے والے کا کیا ہوگا۔ ایک طرف وہ طبقہ جو خوشنودی رسول اللہ ﷺ اور دوسری طرف نافرمانی رسول اللہ ﷺ اب فیصلہ آپ کے ہاتھ ہے نتیجہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

آخر میں ان لوگوں سے مخاطب ہوں جب کہ ہم کو امام مہدی موعود علیہ السلام کے صدقہ سے زندگی کے ہر لمحہ سے آخری سفر اور آخرت کی کامیابی تک کی تعلیم مل چکی ہے۔ مگر افسوس کہ بھٹکے ہوئے دل غیر یقینی واحساس کمتری اور اکثریت کی مرعوبیت یہ قبول کرنے تیار نہیں ہے اور اپنے عین مطابق سنت کے طور وطریقوں اور عمل کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھنے لگے ہیں اور دوسروں کے عمل کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کو سنت رسول اللہ ﷺ پر چلنے اور تصدیقِ مہدیؑ پر قائم رکھ اور اس پر ہمارا خاتمہ کر آمین۔

آخر میں' میں پیرو مرشد حضرت ابوالفتح سید نصرت صاحب تشریف اللّٰہی کا بے حد مشکور ہوں آپ کی ہدایت اور ہمت افزائی کی بدولت یہ مضمون پایہ تکمیل کو پہنچ سکا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کو صحت دے اور آپ کی سرپرستی میں گروہ مہدویہ کو آپ کا فیض ملتا رہے آمین یارب العالمین۔

آپ کا برادر دینی

شہاب مہدی خاں شاہد

فرزند الحاج حضرت فقیر محمد سر انداز خاں عرف داجے خاں صاحب